شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

زیرِ سرپرستی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مجلس ادارت

صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبد الخالق آزاد

مدیر: محمد عباس شاد

نومبر 2011ء / ذی الحج 1432ھ - جلد نمبر 3، شمارہ نمبر 11 - قیمت فی شمارہ: مبلغ 15 روپے - سالانہ ممبر شپ: مبلغ 180 روپے - تین سالہ ممبر شپ: مبلغ 400 روپے

ترتیب عنوانات

درسِ قرآن: منافقین کی منافقت اور اس کی خرابیاں	2
درسِ حدیث: افضل انسان کی خصوصیات	2
اداریہ: امریکی دھمکیاں؛ ملکی اور علاقائی صورتِ حال	3
خطبہ جمعہ: سچی جماعت کی پہچان اور اس کی معیت کی اہمیت	4
رفتارِ کار: حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ کراچی و مانسہرہ	6
دینی مسائل: عید الاضحیٰ کے احکام و مسائل	7
دینی مسائل: احکام و مسائل قربانی	8

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبد المتین نعمانی (بورے والا)

حضرت مولانا مفتی عبد القدیر (چشتیاں)

حضرت مولانا مفتی عبد الغنی قاسمی (لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)

حضرت مولانا صاحبزادہ عبد القادر دین پوری (بہاولنگر)

حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)

محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)

محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)

محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)

محترم ڈاکٹر عبد الرحمٰن راؤ (سرگودھا)

محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)

محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)

حضرت مولانا عبد اللہ عابد سندھی (شکارپور)

حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)

حضرت مولانا محمد ناصر عبد العزیز (جھنگ)

حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)

محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

حضرت اقدس مولانا

ارشادِ گرامی — شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت والا نے مولانا عبد الوہاب خان صاحب رام پوری کو مخاطب کر کے اپنے طالبِ علمی کے زمانے کے دیکھے ہوئے (ریاست) رام پور کے حالات بیان فرمائے:

فرمایا: ''(ریاست) رام پور میں ہم نے تو جو سنا، اُس زمانے میں کسی کی عزت محفوظ نہ تھی۔ اب خبر نہیں کیا حال ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ کوشش کر کے ریاستوں میں کونسلیں وغیرہ بنالیں۔ جس طرح برطانیہ میں پارلیمنٹ ہے۔ اور ضلعوں میں لوگوں کے نمائندوں سے ڈسٹرکٹ بورڈ بنتا ہے۔''

مولوی عبد الوہاب خان صاحب نے عرض کیا کہ: ''حضرت! اب تو وہ حالات نہیں۔ پہلے سے بہت فرق ہے، مگر اب بھی بڑے مظالم ہیں۔ لوگوں کا مطالبہ تو اب یہی ہے اور میں بھی اسی کوشش میں ہوں۔ چناں چہ میں اس کام میں بدنام بھی ہوں اور ڈرتا ہوں۔ حضرت سے عرض بھی نہیں کرنا چاہتا تھا کہ حضرت کہیں ناراض نہ ہوں۔'' حضرتؒ نے فرمایا:

''اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے! یہ تو بہت اچھا کام ہے۔ میں اس کام کی وجہ سے ناراض نہیں، بلکہ خوش ہوں۔ ریاست رام پور، پٹیالہ اور بہاولپور کے حالات تو ہم نے خود سنے ہیں اور (دوسری) ریاستوں کا بھی اکثر ایسا ہی حال ہوگا۔ لوگوں کو دلیری کرنی چاہیے اور ہر جگہ اصلاحات کی کوشش کر کے کونسلوں کے ذریعے سے انتظام اپنے ہاتھ میں لے لینا چاہیے۔''

(مجلس 13ر رمضان المبارک 1365ھ/ 11ر اگست 1946ء، بروز اتوار۔ مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ، ص: 42-41۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

شعبہ مطبوعات

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ

مین کیمپس لاہور: **رحیمیہ** ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور

092-42-36307714 , 36369089 www.rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616 , 36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0321-5181875,5181929

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

سالانہ ممبر شپ کی رقم ''ناظم دفتر'' کے نام ارسال کریں، اپنا پتہ صاف اردو میں اور خوشخط لکھ کر بھیجیں۔ ○ پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔

تین سال کی ممبر شپ کے لیے مبلغ 400 روپے ارسال کریں۔ ○ **رحیمیہ** کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام ''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

منافقت اور اس کی خرابیاں

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ (01:63)

''جب منافق آپؐ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپؐ اس کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق جھوٹے ہیں۔''

منافق کہتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا یہ کہنا صحیح ہے۔ اس لیے کہ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں مگر ان کا آپؐ کو رسول کہنا محض زبانی ہے۔ وہ دل سے مان کر ''رسول اللہ'' نہیں کہتے، ویسے ہی کہتے ہیں۔ یہ لوگ رسول اللہؐ کو ''رسول اللہ'' بھی کہتے رہیں گے اور ان کے کام میں رکاوٹیں بھی ڈالتے رہیں گے۔ اس لیے ان کا یہ زبانی دعویٰ جھوٹا ہے۔ اگر ان سے کہا جائے کہ تم رسول اللہؐ کو ''رسول اللہ'' نہیں مانتے ہو تو وہ قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کو مانتے ہیں۔ حال آں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی پر اصرار کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو بھی ان سے روکتے ہیں۔ اب (محض) زبانی قسمیں کھا کھا کر کہنا کہ ہم رسول کو مانتے ہیں نہایت برا کام ہے۔ اس طرح کی سوسائٹی پیدا کرنا جرم ہے۔

قرآن حکیم وہ پہلی کتاب ہے جس نے علم کا اصل نتیجہ عمل کو قرار دیا ہے۔ علم اگر معاشرے کی ترکیب میں داخل ہے تو معاشرہ افراد کے عمل کے بغیر حقیقی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ قرآنی عمرانیات کی عظمت علم و عمل کے امتزاج سے ظاہر ہوتی ہے۔ معاشرے اور علم کی مناسبت سے عمل کو جو اہم مقام حاصل ہے وہ آج کی عمرانیات کا اہم مسئلہ ہے۔ چناں چہ دورِ جدید کا مشہور ماہر عمرانیات (Talcaot Parsons) معاشرے کے وجود اور ارتقا کے لیے عمل پر بہت زور دیتا ہے لیکن قرآن حکیم نے علم و عمل کے لزوم کو انسانی زندگی کے لیے جس قدر ضروری قرار دیا ہے وہ ٹالکوٹ پارسنز کی ضخیم کتابوں سے کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوا ہے۔ صحیح علم پڑھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام کا ارادہ پیدا ہو جائے۔ جب صحیح علم کے ساتھ ارادہ کی نفی لے لی جائے اور کام کا ارادہ پیدا نہ ہو تو اسے پڑھنے کا کیا فائدہ۔ فرض کرو کہ ہم ایک کتاب اس شرط کے ساتھ پڑھتے ہیں کہ اس پر عمل نہیں کریں گے۔ اس کتاب کے پڑھنے کی فضیلت کی سند تو مل جائے گی اور پڑھا بھی سکیں گے۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس قسم کا کام انسانیت کے لیے زہر قاتل ہے۔

ان کی یہ ذہنی حالت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ پہلے تو ارادہ کرتے ہیں کہ ہم یہ کتاب پڑھتے ہیں تا کہ اس پر عمل کریں۔ پھر مشکل چیز آ جاتی ہے یعنی جان دینی پڑتی ہے، اس وقت جان چرا جاتے ہیں۔ پھر ان کے دلوں میں اس غلطی کی ندامت پیدا ہوتی ہے۔ یہ ان کا دوبارہ ایمان لانا ہے پھر دوسری دفعہ جان دینے کا موقعہ آتا ہے تو پھر جان چرا جاتے ہیں۔ اس طرح بار بار کرتے رہنے سے جان چرانے کی عادت پختہ ہو جاتی ہے۔ اور وہ عمل نہ کرنے پر پختہ ہو جاتے ہیں؛ پھر ان کے دلوں سے یہ احساس ہی جاتا رہتا ہے کہ قرآن پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ نصوص و آیات حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کے بے عمل اور منافق افراد کی حد تک محدود نہیں، بلکہ دور جدید کے اصول عمرانیات کے مطابق بھی یہ آیتیں اُن لوگوں کی ذہنیت کی ترجمانی کرتی ہیں جو اسلام کو موجودہ سائنٹفک تہذیب کے مقابلے میں بے اثر، ناقابل عمل اور ختم شدہ قوت (Spent up force) سمجھتے ہیں۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

افضل انسان کی خصوصیات

عن عبداللّٰہ بن عمرٍو قال: قیل لرسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و سلّم: أیّ النّاس أفضل؟ و قال: "کلّ مخموم القلب، صدوق اللّسان." قالوا: صدوق اللّسان نعرفہُ فما "مخموم القلب"؟ قال: "ھو النّقِیّ التَّقِیّ."

''حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا: آدمیوں میں سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا: ''ہر وہ شخص، جس کا دل ''مخموم'' ہو اور زبان ''صدوق'' ہو۔ لوگوں نے کہا: ''صدوق'' تو ہم سمجھتے ہیں کہ سچے کو کہتے ہیں، یہ "مخموم القلب" کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "مخموم القلب" وہ شخص ہے، جو صاف ستھرا پرہیز گار ہو۔ کوئی گناہ اس کے ذمے نہ ہو، نہ کسی پر زیادتی کرتا ہو، نہ کسی سے کینہ رکھتا ہو۔ اور نہ حسد۔'' (مشکوٰۃ شریف، کتاب الرقاق، الفصل الثالث۔ حدیث نمبر: 5221)

اس قسم کی احادیث پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ حدیث دین میں ہماری رہنمائی نہیں کرتی۔ اگر حدیث کا مجموعہ ہمارے پاس نہ ہوتا تو ہمیں ایک خاص وقت پر ایک خاص طرزِ عمل اختیار کرنے کا راستہ دکھانے والی کوئی چیز نہیں۔ ہر زمانے میں قرآن حکیم کے معنی کے تعین کے لیے کسی نہ کسی حدیث نے مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ اُوپر ہی کی حدیث کو لیجیے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کو آیتِ کریمہ ''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ'' (13:49) (تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے، جو زیادہ متقی ہو) کی خاص عملی صورت اس کے پڑھنے کے بعد کس قدر صاف اور واضح ہو جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی اس امر کی تلقین ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرامؓ قرآن پر غور کرتے رہتے تھے۔ اور اس پر عمل کرنے کی اپنے ماحول کے مطابق آسان صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے رہتے تھے۔ اور آپ کے جواب کا اعلان کر دیتے تھے۔ تا کہ دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس سے ایک آیتِ کریمہ کی وضاحت بھی ہوتی ہے۔ یعنی فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ (7:21) (اگر تم خود نہیں جانتے تو اہل ذکر سے سوال کرو)

حدیث کا مطلب صاف ہے۔ یعنی سب سے اچھا آدمی وہ ہے، جو زبان کا سچا اور دل کا صاف ہو۔ کسی کو دھوکہ نہ دے، کسی سے بغض و عداوت نہ رکھے اور کسی کو اچھی حالت میں دیکھ کر نہ جلے۔ غرض ساری بُری خصلتوں سے پاک ہو۔ اب فرمایئے! کہ قرآن کے لفظ ''أتقٰی'' کی ایسی تفسیر سوائے حدیث کے کس کے بس کی ہے۔

حدیث میں ''اتقٰی'' کی تفسیر ''مخموم القلب'' کی گئی ہے۔ مخموم جھاڑی، پونچھی، صاف ستھری جگہ کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے بچنا تو تقویٰ ہے، مگر دل کو یوں صاف کرنا کہ گناہوں کا خیال ہی نہ آئے، یہ تقویٰ کی تکمیل ہے۔ ایسا شخص صرف متقی ہی نہیں، بلکہ ''اتقی'' یعنی سب سے بڑھ کر متقی ہے۔ متقی: اردو میں پرہیز گار اور خدا سے ڈرنے والے کو کہتے ہیں۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں متقی کے اوصاف بیان فرمائے ہیں:

(1) اس سے کوئی گناہ نہ ہو، اس کا نامۂ اعمال گناہوں کی آلائش سے پاک ہو۔ لا إثم علیہ۔

(2) وہ کسی پر زیادتی نہ کرتا ہو، یعنی اللہ کا باغی ہو، نہ بندوں سے سرکش رہا ہو: لا بغی۔

(3) وہ کسی سے کینہ نہ رکھتا ہو: لا غلّ۔

(4) اس کے دل میں کسی سے حسد نہ ہو: لا حسد۔

اداریہ

امریکی دھمکیاں؛ ملکی اور علاقائی صورتِ حال

گزشتہ کچھ عرصے سے تکبر ونخوت کے مرض میں مبتلا عالمی سامراجی ملک امریکہ، پاکستان کو دھمکیاں دے رہا ہے۔ امریکی وزیر دفاع، امریکی افواج کے سربراہ اور امریکی صدر سمیت اعلیٰ امریکی حکام اخباری بیانات کے ذریعے سے پاکستان کی افواج اور عسکری اداروں پر تنقید کے تیر برسا رہے ہیں۔ انھوں نے افغانستان میں اپنی ہی پیدا کردہ قتل وغارت گری کی صورتِ حال میں طعن وتشنیع کا ایک طوفانِ بدتمیزی برپا کر رکھا ہے۔ اس طرح پاکستان کو دباؤ میں لاکر اپنے من مانے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ایک طرف امریکہ کا یہ دھمکی آمیز رویہ ہے، دوسری طرف ملکی سیاسی واقتصادی صورتِ حال انتہائی ناگفتہ بہ ہورہی ہے۔ رجعت پسند حکمران طبقوں نے اس ملک میں بسنے والے لوگوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ مہنگائی، غربت وافلاس اور اشیائے ضروریہ کی عدمِ دستیابی جیسے اقتصادی مسائل منہ کھولے کھڑے ہیں۔ سیاسی بازی گروں کے کرتب، سیاسی عدمِ استحکام کا باعث بن رہے ہیں۔ رجعت پسند فرسودہ خیالات کے حامل جاگیردار، سرمایہ دار اور مذہبی بہروپیے سیاست اور مذہب کے عنوان سے ملک اور قوم پر مسلط ہیں۔ اس طرح ملک میں بدامنی، قتل وغارت گری کا راج اور ''ڈینگی'' کی حکمرانی ہے۔ اور عوام بجلی، گیس، پانی کی عدمِ دستیابی سے پریشان اور پراگندہ حال ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ نظم ونسق قائم کرنے والے ادارے تباہ کیے جارہے ہیں اور عدل و انصاف کے نام پر قائم ادارے کراچی میں قتل وغارت گری کی صورتِ حال پر کئی مہینوں کے طویل انتظار کے بعد ایسے فیصلے صادر کرتے ہیں، جس سے لوگوں کے لیے کوئی ریلیف ملتا نظر نہیں آتا۔ یوں قومی اداروں کی زبوں حالی روز بروز بڑھ رہی ہے۔

ملکی صورتِ حال کے برعکس پڑوسی ممالک جدید دور کے تقاضوں کے مطابق تیزی سے ترقی کی منازل طے کرتے جارہے ہیں۔ ایک پڑوسی ملک چین ہے، جو اقتصادی اور سیاسی حوالے سے دنیا کی دوسری سپر طاقت بنتے جارہا ہے۔ دوسرا پڑوسی ایران اپنی انقلابی حکمتِ عملی کی بدولت اپنے سیاسی اور اقتصادی نظام کو مستحکم کر رہا ہے۔ اور نئی ادارتی تشکیل کے ذریعے اپنے داخلی اور خارجی مسائل کے حل کے لیے سرگرم انقلابی جدوجہد کر رہا ہے۔ تیسرا پڑوسی ملک انڈیا ہے، جو ترقی کی دوڑ میں تیز گام ہوتا جارہا ہے۔ اس کے زرِمبادلہ کے ذخائر بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ اقتصادی حوالے سے جدید ترقیاتی دور میں داخل ہورہا ہے۔ سیاسی حکمتِ عملی اور اپنے مستحکم جمہوری نظام کے باعث قوموں میں امتیازی حیثیت پا رہا ہے اور خطے کے تمام ممالک اس کے ساتھ معاہدات کرکے اس کی طاقت کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ چناں چہ روسی پارلیمنٹ کے 450 میں سے 428 ارکان کی بھاری اکثریت نے انڈیا اور روس کے درمیان ایک معاہدے کی منظوری دی ہے۔ جس کی رو سے بھارتی شہریوں، تاجروں، طالبِ علموں اور سیاحوں کے لیے ویزوں کا اجرا آسان بنادیا گیا ہے۔ اس طرح ایران اور بھارت کے درمیان معاہدات اور تعلقات وسیع ہوتے جارہے ہیں۔ چین اور انڈیا کے درمیان تعلقات کی نوعیت کا دائرہ یہاں تک بڑھ چکا ہے کہ اب دونوں ممالک کے درمیان گہرے تعلقات کے لیے ''چینڈیا'' کا لفظ استعمال کیا جارہا ہے۔ چین اور بھارت کے درمیان برسوں کی نفرتیں اور کدورتیں ختم ہورہی ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ امریکی وزیرخارجہ نے بھی کہا ہے کہ بھارت کو صرف جنوبی اور وسطی ایشیا تک اپنا اثر ورسوخ محدود نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اسے آگے بڑھ کر ''ایشیا پیسفک'' کے لیے ''قائدانہ کردار'' ادا کرنا چاہیے۔ امریکی وزیرخارجہ نے اکیسویں صدی کے مسائل حل کرنے کے لیے امریکہ، بھارت اور چین کے درمیان مضبوط شراکت داری پر زور دیا ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو ریجنل ممالک میں باہمی مسائل حل کرنے کے لیے قائم شدہ نیٹ ورک وسیع ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔

درپیش صورتِ حال میں پاکستان کے داخلی اور خارجی حالات انتہائی سوچ وبچار اور سنجیدگی کے متقاضی ہیں۔ پوری توجہ اس جانب مبذول کرنے کی ضرورت ہے کہ دگرگوں ملکی صورتِ حال اور بدلتی ہوئی علاقائی صورتِ حال میں ہماری حکمتِ عملی کیا ہونی چاہیے۔ اگر دورِ حاضر کے بدلتے ہوئے تیور ہم نے صحیح طور پر نہیں پڑھے اور اس صورتِ حال میں درست حکمتِ عملی تشکیل نہ دی گئی تو ناقابل تلافی نقصان کا اندیشہ ہے۔ قومیں ایسی گھمبیر صورتِ حال سے نکلنے کے لیے مخلص قیادت اور معروضی حالات پر گرفت رکھنے والی ادارتی طاقت وقوت کی محتاج ہوتی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم ایسی جرأت مند قیادت اور ادارتی طاقت وقوت رکھتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں آج بنیادی فیصلے کرنے چاہئیں۔ رجعت پسند فرسودہ طبقات سے جان چھڑانے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ دہشت ونفرت پھیلانے والے حلقوں کی طاقت توڑنی ہوگی۔ جاگیردارانہ کلچر اور سرمایہ دارانہ ذہنیت رکھنے والے طبقات کو شکست دینی ہوگی۔ اعلیٰ تعلیم کے دشمن فرسودہ اور دقیانوسی خیالات کے حامل حکمران طبقوں کو راستے سے ہٹانا ہوگا۔ مذہب کے نام پر دہشت گردی، اپنے علاوہ سب کو کافر بنانے اور فرقہ ورانہ نفرت کو ہوا دینے والے طبقات کا راستہ روکنا ہوگا۔ ملکی سسٹم کی خرابیوں کا ادراک کرنا ہوگا۔ اور مسائل کے حل کے لیے ایک نیا، توانا اور مضبوط سسٹم بنانا ہوگا۔ جو انسانی مسائل حل کرنے کی پوری طاقت وقوت رکھتا ہو اور علاقائی ممالک کے ساتھ معروضی حقائق کے تناظر میں بات کرنے کی صلاحیت واستعداد اور مہارت رکھتا ہو۔ جرأت مند قیادت ہی قوموں کو بحران سے نکالتی ہے۔ ذاتی مفادات کی بھیک مانگنے والی قیادت ملکی تباہی کا باعث بنتی ہے۔ ہمارا اَلمیہ یہی رہا ہے کہ گزشتہ 65 سالوں میں نانہجار، نااہل اور بزدل قیادت ہم پر مسلط رہی۔ ادارتی سوچ کا فقدان رہا۔ سامراجی آلہ کاری کا کردار ادا کیا جاتا رہا۔ جس کے سبب آج ہم اقتصادی دلدل میں مبتلا اور سامراجی دھمکیوں کی زد میں ہیں۔

باوقار قوم کی شناخت بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے داخلی نظام کو امن، خوش حالی اور ترقی کے جدید اصولوں پر منظّم کرنے کے لیے شعوری جدوجہد کریں۔ اور بے شعوری اور غفلت کے عالم سے نکلیں۔ علاقائی صورتِ حال کا پورا ادراک کریں۔ کسی ملک سے محض نفرتیں رکھنے اور فرقہ وارانہ اختلافات کو ہوا دینے سے ہمارے مسائل حل نہیں ہوں گے، بلکہ انتقام اور نفرت کے احساسات کے تحت کیے گئے فیصلے ہماری ہی تباہی کا باعث بنیں گے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ 35 سال بعد تاجروں کے ایک وفد نے پڑوسی ممالک کا دورہ کیا ہے اور علاقائی تجارتی روابط بڑھانے کے لیے اہم معاہدات کیے ہیں۔ یقیناً علاقائی ممالک کے درمیان باہمی روابط اور تجارتی معاہدات، اقتصادی ضرورتوں کو بہتر طور پر پورا کرنے میں مدومعاون ہوں گے۔ ضرورت ہے کہ علاقائی ممالک کے درمیان تعلقات قائم کرنے میں فرقہ ورانہ نفرتوں کو حائل نہیں کرنا چاہیے اور دستیاب حالات کو سامنے رکھتے ہوئے انسانی بنیادوں پر مسائل حل کرنے کے لیے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ غیرملکی سامراجی ممالک کی دھمکیوں کا مقابلہ علاقائی ممالک کے اتحاد سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ کوئی ملک طاغوتی طاقتوں سے اکیلا نہیں نمٹ سکتا۔ اس لیے اپنی سیاسی اور اقتصادی قوت کو مضبوط بنانے کے لیے علاقائی ممالک کے ساتھ گہرے روابط قائم کرنے ہوں گے۔ مشکل حالات سے نکلنے کے لیے شعوری حکمتِ عملی اور گہرے تدبر کو بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دھرتی کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

مدیر اعلیٰ

خطبہ جمعۃ المبارک

سچی جماعت کی پہچان اور اس کی معیت کی اہمیت

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 04 رفروری 2011ء، بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: محمد طفیل اقبال

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسوله الکریم. أمّا بعد! قال اللّٰه تبارک و تعالیٰ:
يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (119:9) **صدق اللّٰه العظيم**o

معزز دوستو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانیت کی کامیابی اور کامرانی کے لیے دنیا میں سچے انبیا علیہم السلام اور ان کے جانشین اولیاء اللہ، علمائے ربانیین کو بھیجا ہے۔ یہ وہ نفوسِ مقدسہ ہیں کہ جن کی صحبت سے انسان تیار ہوتا ہے۔ دنیا میں ہر کام کے لیے ماہرین کی صحبت اور ان سے وابستگی ضروری ہوتی ہے۔ ایک سچا انسان بننے اور اللہ کے احکامات کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھی ایسی ہی جماعت کی ضرورت ہے، جو انسانی دلوں کو صیقل کر کے اللہ کی سچی محبت اور عظمت ان کے دلوں میں پیدا کرے اور اس کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت کا بہترین نظام قائم کرنے کا جذبہ بیدار ہو۔ انسانی تعلقات کی نوعیت کا جائزہ لیا جائے تو دو بنیادی پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں: ایک پہلو انسان کا اپنے خالق و مالک اللہ رب العزت کے ساتھ معرفت، محبت، عشق کا تعلق رکھنا ہے۔ مخلوق پر اس بات کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے خالق کی معرفت حاصل کرے۔ اس کے ساتھ سچا تعلق قائم کرے۔ اپنے خالق اللہ رب العزت کی معرفت حاصل کرنا، انسانیت کی فطرت کا بنیادی تقاضا ہے۔ فطری طور پر انسانی روح اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ معرفتِ خداوندی کے حصول کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے۔ کل انسانیت کے تمام افراد فطری طور پر اُس ذاتِ اقدس کے ساتھ تعلق کو لازمی اور ضروری سمجھتے ہیں، جو اَن دیکھی ہے، اور اس کے ساتھ چاہت، محبت اور عشق کا تعلق رکھتے ہیں۔ انبیا علیہم السلام کی تعلیمات خالق و مخلوق کے اس رشتے کو مضبوط سے مضبوط تر کرتی ہیں۔ اس لیے ذاتِ خداوندی کے تعارف کے حوالے سے انسانوں میں صحیح اور حقیقی نوعیت کا شعور پیدا کرنا، انبیا کی جدوجہد کا پہلا اور بنیادی مشن رہا ہے۔

انسانی تعلقات کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ان کے مابین عدل وانصاف، باہمی اُنس ومحبت، انسانی بنیادوں پر ہمدردی اور بھائی چارے کی بنیاد پر تعلقات قائم ہونے چاہئیں۔ ایک انسان کے دوسرے انسان کے ساتھ تعلق کی نوعیت کی بہت سی جہات اور بہت سے پہلو ہیں۔ فرد کا فرد سے تعلق ایک خاندان کی چھتری تلے بھی ہوتا ہے، ایک محلے کے دائرے میں بھی ہوتا ہے، ایک شہر، علاقے، صوبے، ملک اور بین الاقوامی سطح پر بھی انسانوں کے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ ان تعلقات کی صحیح اور درست نوعیت کیا ہونی چاہیے، انبیا علیہم السلام کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے دونوں پہلوؤں کے حوالے سے سچائی اور صدق پر زور دیا گیا ہے، یعنی ان دونوں طرح کے تعلقات کی بنیاد سچائی پر ہونی چاہیے۔ صدق یا سچائی ایک ایسی بنیادی قدر ہے، جو انسانیت کی فطرت کا لازمی اور بنیادی تقاضا ہے۔ اگر حقائق تسلیم نہ کیے جائیں اور اس کی جگہ پر جھوٹ اور فریب کو قبول کرلیا جائے تو انسانی زندگی اپنے تمام دائروں میں ٹھوکریں کھاتی ہے۔ ایسی صورت میں انسان کی زندگی کے تمام پہلو جھوٹ کے راستے سے گزر کر جاتے ہیں۔ حال آں کہ انسان کی عزت اور ترقی کے تمام پہلو سچائی اور صدق کے راستے سے گزرنے چاہئیں۔

خالق و مخلوق کے تعلق اور رشتے کی سچائی یہ ہے کہ اللہ ایک ایسی ذات ہے کہ جو "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" (11:42) (اس جیسی کوئی شئے نہیں ہے) اس دنیا میں نہ تو آنکھوں سے اس کا اِدراک کیا جاسکتا ہے، نہ انسانی وہم وگمان میں اس کی حقیقت آشکارا ہوسکتی ہے۔ اس غیب الغیب کے ساتھ وِجدانی محبت اور قلبی چاہت پیدا کی جائے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ کے خدائی اختیارات نہ تو کسی انسان کو دیے جاسکتے ہیں، نہ کسی پتھر میں آسکتے ہیں، نہ کسی اور طاقت وقوت کے پاس ایسے اختیارات ہوتے ہیں۔ مخلوق، مخلوق ہے اور خالق، خالق ہے۔ اللہ بے نیاز ذات ہے اور تمام مخلوقات اپنے وجود، اپنی بقا، اپنی پرورش، اپنے ارتقا کے لیے اسی کی محتاج ہے۔ یہ ایک بنیادی حقیقت ہے، سچائی ہے۔ صدق یا سچائی اسی کو کہتے ہیں کہ معاملے کی جو حقیقی نوعیت ہو، اُسے پیش نظر رکھا جائے اور جھوٹ اسی بات کا نام ہے کہ واقع میں تو کچھ اور ہو اور آپ اسے کسی اور انداز میں بیان کریں۔ حقیقت میں ہونے والی بات میں ملاوٹ کرنا، حقائق مسخ کرنا اور سچائی کا خون کرنا ہی جھوٹ ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "رأس کل خطیئةٍ اَلکذوب." (تمام گناہوں کی جڑ جھوٹ ہے) جھوٹا انسان اپنے آپ کو بھی دھوکا دیتا ہے اور انسانیت کو بھی دھوکا دیتا ہے۔ خود بھی ذلت اور رسوائی میں مبتلا ہوتا ہے اور دوسروں کی ذلت اور رسوائی کا سبب بھی بنتا ہے۔ انسانیت کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ اسے حقائق کی بنیاد پر ذاتِ باری تعالیٰ کی صحیح اور ٹھیک معرفت حاصل کرنی ہے۔ اس کی عبادت، اس کی غلامی، اس کا عشق، اس کی معرفت، اس کے ساتھ اپنا گہرا تعلق قائم کرنا ہے۔ یہ ایک بڑا بنیادی انسانیت تقاضا ہے۔

اسی طرح انسانوں کے مابین ہونے والے سماجی معاہدات اور تعلقات بھی حقائق کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔ اگر سچائی اور حقائق کو چھوڑ کر محض خواہشات، تمناؤں، مکروفریب، دھوکا دہی اور جھوٹ کی اساس پر یہ معاہدات ہوں تو ایسے تعلقات منفی نوعیت کے ہوں گے۔ جب تمام انسانوں میں انسانی ضروریات واحتیاجات کم وبیش یکساں ہیں تو ان کے مسائل کے حل کرنے کے لیے بنیادی قانون اور ضابطہ واقعاتی سچائی کی بنیاد پر سے عدل وانصاف کے قیام کا ہے۔ انسانی سوسائٹی کے باہمی تعلقات عدل کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔

عدل اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کو مانا جائے اور ظلم کی بات یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ گویا کہ سچائی اور عدل، یہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کی بنیاد ہیں۔ اللہ نے حکم دیا ہے کہ سچائی اختیار کرو، سچے لوگوں کی معیت اور صحبت اختیار کرو۔ عدل وانصاف سے کام لو، حتیٰ کہ اگر تمھارے اندر کسی قوم سے اختلاف یا نفرت کی کوئی وجہ موجود ہو، تب بھی انسانی معاملات طے کرتے وقت اس نفرت کو پیش نظر نہ رکھو۔ قرآن نے واضح حکم دے دیا: اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (عدل وانصاف قائم کرو، کہ یہ تقویٰ کے سب سے قریب تر ہے) صاف حکم دے دیا کہ: لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا (8:5) (کسی قوم سے تمھارا اختلاف تمھیں اس بات پر نہ اُبھارے کہ تم ان کے ساتھ ناانصافی کرنے لگو) انسانوں کے مابین عقیدے کا اختلاف ہوتا ہے، نسل اور زبان کا اختلاف ہوتا ہے، نیز تہذیب وکلچر مختلف ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ باہمی لڑائیاں بھی ہوتی ہیں، ان تمام اختلافات کے باوجود عدل وانصاف سے کام لو۔ اس آیت کا یہ حکم صحابہ کرامؓ کو اس زمانے میں دیا گیا، جب مکے والوں کے ساتھ ان کی لڑائیاں جاری تھیں کہ اس قوم سے تمھارا نہ صرف اختلاف ہے، بلکہ انھوں نے تمھیں مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا ہے۔ تمھارے ساتھ جنگیں لڑیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب معاملات اور معاہدات طے کیے جائیں تو اس میں دوسروں پر ظلم اور زیادتی

کرنا شروع کردو، ایسا نہیں ہے۔ چناں چہ عدل کو اساس قرار دیا گیا۔

اسی طریقے سے سچائی کو بنیاد بنایا گیا۔ قرآن نے کہا: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝ (33:39) (وہ جو سچا پیغام لایا اور اس سچائی کی تصدیق کی، وہی لوگ متقی ہیں) مسلمان کا کام تو سچائی کی تائید کرنا اور سچے لوگوں کی معیت اختیار کرنا ہے۔ چناں چہ حکم دیا گیا: كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝ (سچے لوگوں کی معیت اختیار کرو) تقویٰ کیا ہے؟ اللہ کے ڈر سے انسان اپنے اندر یہ صلاحیت اور استعداد پیدا کرلے کہ انسانی زندگی کے لیے عدل و انصاف اور اعلیٰ اخلاق پر مشتمل سسٹم قائم کرنے کی کوشش کرنا اور جتنی بداَخلاقیاں ہیں، ظلم، بددیانتی، بخل، انصاف دشمنی، بداخلاقی کی بنیاد پر قائم نظام کے خاتمے کی کوشش کرنا۔ یہی تقویٰ ہے۔ سب سے بڑے متقی انبیا علیہم السلام ہیں۔ انبیا علیہم السلام اپنی جرأت اور ہمت سے کام لیتے ہوئے پوری کوشش کرتے ہیں کہ انسانی سوسائٹی میں اعلیٰ اَخلاق کا سسٹم قائم ہو۔ انبیا علیہم السلام انسانیت کے اعلیٰ اَخلاق کی اساس پر عملی نظام قائم کرتے ہیں۔

محض نظریات یاد کرلینا، اچھے اَخلاق کا درس دے دینا کافی نہیں ہوتا۔ دنیا کے تمام عملی کاموں میں ہم دیکھتے ہیں کہ نظریات و افکار کی محض زبانی کلامی بات کرنا اور عملی اقدامات نہ کرنا، کوئی نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔ ایک آدمی دکان چلانے کے اچھے طریقے بیان کرے، اس کا لٹریچر پڑھے، اس پر اچھا لیکچر دے کہ دکان ان اصولوں پر چلتی ہے، لیکن عملی طور پر ناکارہ ہو اور دکان بنانے کے لیے جن کاموں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ نہ کرے تو کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ اس کا اچھا وعظ، اس کی اچھی تقریر از خود دکان سے نفع اٹھانے کا ذریعہ نہیں بن سکتی۔ ایک کاشت کار اچھا وعظ کہے کہ جی فلاں وقت بیج کاشت کیا جائے، اس کو اتنی کھاد دینی چاہیے، اسے فلسفہ زراعت پر بہت اچھا لیکچر یاد ہو، لیکن عملی طور پر اس کے لیے کوئی اقدامات نہیں کر رہا۔ اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کرتا، آگے بڑھ کر اس کے لیے کوئی عملی نظام قائم نہیں کرتا تو اس کا لیکچر اس کھیت میں سے کسی طرح کی پیداوار اٹھانے کا ذریعہ نہیں بنے گا۔ وہ محض زبانی بات ہے۔ ذہنی عیاشی ہے۔ اَخلاق اور اقدار کی بنیاد پر ہمیشہ سسٹم بنائے جاتے ہیں۔

انبیا علیہم السلام صرف دین کا محض وعظ ہی نہیں کہتے تھے کہ سچے بنو، نیک بنو، تقویٰ اختیار کرو، عدل کرو، انصاف کرو۔ محض وعظ کہہ دیا کہ: ظلم نہ کرو، بخل سے کام نہ لو، ایسا نہیں ہے۔ انبیا علیہم السلام دیکھتے ہیں کہ انسانی معاشرے میں بداَخلاقیوں کا نظام قائم کرنے والے لوگ فرعون، نمرود، شداد، ہامان، ابوجہل، عتبہ شیبہ، قیصر و کسریٰ ہیں۔ انبیا علیہم السلام انھیں راستے سے ہٹاتے ہیں، ان کے سسٹم کو توڑتے ہیں، اور اس کی جگہ پر وہ اعلیٰ اخلاق و اقدار، جو وحی الٰہی کے ذریعے انسانیت کے سامنے آتے ہیں، ان کا نظام قائم کرتے ہیں۔ چناں چہ ابوجہل کا سسٹم توڑ کر ابوبکر کا سسٹم قائم کردینا، موسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد نے فرعون کا سسٹم توڑ کر یوشع بن نون کا سسٹم قائم کردیا، یہ انبیا کی نبوت کا تقاضا ہے۔ انبیائے بنی اسرائیل جالوت کا سسٹم ختم کرکے طالوت کا سسٹم قائم کرتے ہیں۔ طالوت، یوشع بن نون، ابوبکر کون ہیں؟ اعلیٰ اخلاق کے نمونے کے افراد اور سچائی، عدل، انصاف، انسان دوستی کا عنوان ہیں۔ اعلیٰ اخلاق کی حامل جماعت کے سربراہ ہیں۔ جالوت، فرعون اور ابوجہل کون ہیں؟ شیطانی طاغوتی، انسان دشمن قوتوں کا مرکز ہیں۔ اس طرح انبیا علیہم السلام کی جدوجہد وحی الٰہی کے ذریعے سے ایک سسٹم قائم کرتی ہے اور اعلیٰ اَخلاق کا نظام تشکیل دیتی ہے۔

دنیا میں ہر کام کے لیے ماہرین کی صحبت اور ان سے وابستگی ضروری ہوتی ہے۔ ایک سچا انسان بننے اور اللہ کے احکامات کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھی ایسی ہی جماعت کی ضرورت ہے، جو انسانی دلوں کو صیقل کرکے اللہ کی سچی محبت اور عظمت ان کے دلوں میں پیدا کرے اور اس کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت کا بہترین نظام قائم کرنے کا جذبہ بیدار ہو۔

اب اگر مسلمان جماعت سے یہ کہا جائے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو) تو کیا محض تقویٰ کا وعظ کافی ہے۔ پرہیزگاری اور تقویٰ کے فضائل اور مسائل سن لینا اور سمجھ لینا کافی ہے؟ نہیں! اس تقویٰ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی اساس پر وہ آگے بڑھ کر لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی کوشش کرے۔ اس تقویٰ اور اللہ کے ڈر کے نتیجے میں اس کے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو کہ وہ انسانی مسائل کے حل کرنے کے لیے میدانِ عمل میں آئے۔ اس کے لیے اقدامات کرے۔ عملی جدوجہد اور کوشش کرے۔ یہ اس کی زندگی کا لازمی تقاضا ہے۔ اب یہ تقویٰ کیسے آئے گا؟ یہ اعلیٰ جذبہ اللہ کی معرفت کا، انسانی حقوق کی ادائیگی کا کیسے پیدا ہوگا؟ تو اسی آیتِ مبارکہ میں اللہ نے کہا: كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝ جو سچے لوگ ہیں، ان کی معیت اختیار کیجیے۔ جو لوگ سچائی پر قائم ہیں، انبیا علیہم السلام، صدیقین، شہدا، اولیا، علمائے ربانیین سچائی پر قائم تھے، جنھوں نے "مقامِ صدق" حاصل کرلیا، نہ صرف یہ کہ ان کے اَخلاق و رویے، نظریات، افکار اسی پر مبنی ہیں، بلکہ اس سچائی کا عملی نظام قائم کرنے کے لیے انھوں نے اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لا کر جدوجہد اور کوشش کی۔ ان کی تگ و دو، ان کی محنت، عملی سسٹم قائم کرنے کی تھی۔ اس کے لیے انھوں نے کوششیں کیں۔ اپنے دور کے معروضی حالات اور تقاضوں کے مطابق ہر سچے نبی، ولی اور سچے عالمِ ربانی نے اس بات کی کوشش کی کہ جن اقدار و اَخلاق پر وہ ایمان رکھتا ہے، اس کا عملی نظام بھی قائم کرے۔

کیا کسی ولی کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ سچائی پر یقین رکھے اور اس کا نظام نہ قائم کرتا ہو، عدل کے نظام کو درست سمجھے اور عدل پر نظام قائم نہ کرے! ظلم کے خاتمے کی سوچ رکھے اور ظلم کے خاتمے کے لیے عملی اقدامات نہ کرے! انسانی مسائل کے حل کرنے کی عقل اور شعور رکھے اور کسی قسم کا کوئی عملی اقدام نہ اٹھائے! ایسا نہیں ہے۔ ولی، ولی بنتا ہی اس وقت ہے، ولایت ملتی ہی اسے اس وقت ہے کہ جب وہ اللہ سے تعلق، اللہ کی محبت، اس کی عظمت سے انسانی مسائل حل کرنے کے لیے میدانِ عمل میں آتا ہے۔ ولایت ہوا میں اُڑنے کا نام نہیں ہے۔ کسی خاص قسم کے رنگ یا کسی خاص قسم کے وظیفے کو سرانجام دینے کا نام ولایت نہیں۔ ولایت، اللہ کی سچی، گہری محبت کا پیدا ہونا ہے اور اس کے گہرے دوست کو "ولی اللہ" کہتے ہیں۔ تو اللہ سے گہری دوستی، اللہ سے سچا تعلق تبھی قائم ہوگا کہ جب اللہ کے بیان کردہ اخلاق و اقدار اس سوسائٹی میں غالب کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ اس کے لیے جدوجہد اور کوشش کی جائے۔ یہ صدق اور سچائی معاشرے کی بنیادی قدر ہے۔ اسی لیے کہا گیا: كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝، جو سچے لوگ ہیں، سچائی کی اساس پر معاشرے کی تشکیل کرنا چاہتے ہیں، ان کی معیت اور صحبت اختیار کرو۔ پھر ان اعلیٰ اخلاق کا نظام قائم کرنے میں آزمائشیں آئیں، مصیبتیں آئیں، امتحانات لیے جائیں تو اس میں بھی وہ پورے اتریں۔ کیوں کہ جھوٹ اور ظلم کی بنیاد پر جو نظام موجود ہوتا ہے، وہ کبھی بھی سچے لوگوں کو برداشت نہیں کرتا۔

بقیہ صفحہ 07 پر

رفتارِ کار....

حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کا دورۂ کراچی و مانسہرہ

رپورٹ: سعد احمد خان

حضرتِ اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ مؤرخہ 25/جون 2011ء کو شام 04:30 بجے لاہور سے کراچی کے لیے روانہ ہوئے اور تقریباً 07:30 بجے مغرب کے وقت کراچی آمد ہوئی۔ آپ کے ہمراہ ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ جناب مفتی عبدالخالق آزاد اور جناب مفتی عبدالمتین نعمانی بھی تھے۔ کراچی ائیر پورٹ سے باہر آتے ہی مختلف علاقوں سے آئے ہوئے دوستوں نے ان حضرات کا استقبال کیا۔ خاص طور پر ادارہ رحیمیہ کی مجلس شوریٰ کے رُکن جناب آفتاب عباسی، ریجنل ناظم رحیمیہ کیمپس کراچی جناب جان محمد گدارو، جناب عرفان لون اور کافی تعداد میں دیگر احباب نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کا استقبال کیا۔ ائیر پورٹ سے ادارہ رحیمیہ کراچی میں آمد ہوئی۔ مصافحے کے بعد استقبالیہ نشست کا اہتمام کیا گیا، جس میں حضرت مفتی عبدالخالق آزاد اور جناب مفتی عبدالمتین نعمانی نے خطابات فرمائے اور آخر میں حضرت اقدس مدظلہ نے دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔

کراچی میں قیام کے دوران شہر کے مختلف علاقوں کے احباب بڑی تعداد میں حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے مستفید ہوئے۔ چناں چہ پہلے تین دن: مؤرخہ 26/جون سے 28/جون تک، کراچی ایسٹ سے تعلق رکھنے والے احباب تشریف لاتے رہے۔ مؤرخہ 26/جون دوپہر 11 بجے دعوتی سیمینار کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں جناب مفتی عبدالمتین نعمانی نے سماجی تبدیلی کے موضوع پر خطاب کیا اور پھر دوستوں نے اُن سے سوالات کیے، جن کے مفتی صاحب نے جوابات دیے۔ اسی طرح بعد از عصر حضرت اقدس مدظلہ سے استفادہ نشست تھی۔ جس میں دوستوں نے خوب جذبے کے ساتھ حضرت اقدس مدظلہ العالی سے استفادہ کیا اور رہنمائی حاصل کی۔ بعد از نمازِ مغرب مجلس ذکر ہوئی، جس میں کافی تعداد میں ایسٹ زون کے نوجوانوں نے شرکت کی۔ مجلس ذکر کے بعد مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے ذکراللہ کی اہمیت وفضیلت کے حوالے سے گفتگو کی۔ اور بتایا کہ ''ذکراللہ کے ذریعے سے ہی سامراجی ظالمانہ نظام کے خلاف جدوجہد کرنے کی جرأت وہمت پیدا ہوتی ہے۔'' بعد نمازِ عشا کھانے کے بعد مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے ''شریعت کا مفہوم اور اس کی اہمیت'' پر خطاب کیا۔ اور پھر دوستوں نے اس حوالے سے سوالات بھی کیے، جن کے تشفی بخش جوابات دیے گئے۔ رات تقریباً 01:00 بجے تک یہ نشست جاری رہی۔

مؤرخہ 27/جون کو بھی ایسٹ کراچی کے نوجوان دوستوں نے بڑے جذبے کے ساتھ ان حضرات سے استفادہ کیا اور دینی دعوتی کام کو بہتر سے بہتر انداز میں آگے بڑھانے کے حوالے سے رہنمائی لی۔ بعد از عصر حضرت اقدس مدظلہ العالی سے استفادہ نشست رکھی گئی تھی۔ جس میں دوستوں نے حضرت اقدس مدظلہٗ العالی سے خوب استفادہ کیا۔ بعد از نمازِ مغرب معمول کے مطابق مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ اور اس کے بعد مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے ذکراللہ کی اہمیت پر بات کرتے ہوئے فرمایا: روح کے امراض کا علاج ذکراللہ میں ہے۔ ذکر کے ذریعے سے انسان میں کمالات پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک اچھا انسان بن سکتا ہے۔ بعد نمازِ عشا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے گزشتہ روز کے موضوع کے تسلسل میں ''طریقت کی اہمیت اور دینی نظام کی تشکیل میں اس کے کردار'' کے عنوان پر رہنمائی فرمائی۔ موضوع کے اختتام پر سوالات وجوابات کی نشست ہوئی، جو رات گئے تک جاری رہی۔

مؤرخہ 28/جون صبح 10 بجے سے پروگرام شروع ہوگیا۔ دوستوں نے مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب سے خوب استفادہ کیا۔ اسی طرح شام 04 بجے ایسٹ کے دوستوں نے مفتی عبدالخالق آزاد صاحب سے خصوصی ملاقاتیں کیں۔ بعد از نمازِ عصر حضرت اقدس سے استفادہ ہوا۔ بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر ہوئی، اس کے بعد مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے ذکراللہ کی اہمیت کے عنوان سے دوستوں کی رہنمائی فرمائی۔ بعد از نمازِ عشا طعام کے بعد مفتی عبدالخالق آزاد صاحب نے گزشتہ دو دنوں کے موضوعات کے تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے ''سیاست اور دین کا باہمی ربط'' کے عنوان پر دوستوں کی رہنمائی فرمائی۔ اور پھر دوستوں نے اس حوالے سے سوالات کیے اور اپنے ابہامات کو دور کیا۔ رات گئے تک یہ نشست جاری رہی۔

اگلے تین دن 29/جون تا یکم جولائی تک سنٹرل کراچی کے احباب نے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ سے استفادہ کیا۔ سنٹرل کراچی کے احباب بھی پہلے تین دنوں کی طرح تمام پروگراموں میں بھرپور طریقے سے شریک ہوتے رہے۔ روزانہ دینی موضوعات پر خطابات کا سلسلہ جاری رہا اور عصر کی نماز کے بعد حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔ حسبِ معمول روزانہ بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر میں دوستوں نے بھرپور شرکت کی۔ مجلس ذکر کے بعد ذکراللہ کی اہمیت پر بیانات میں بھی احباب نے خاصی تعداد میں شرکت کی اور عشا کی نماز کے بعد اہم دینی موضوعات پر جناب مفتی عبدالخالق آزاد اور جناب مفتی عبدالمتین نعمانی کے خطابات اور ان سے سوال وجواب کا سلسلہ قائم رہا۔

اسی طرح اگلے تین دن 02/جولائی سے 05/جولائی تک ویسٹ کراچی کے احباب نے شہر کے دیگر علاقوں کی طرح بڑی دل جمعی کے ساتھ پروگراموں میں شرکت کی۔ اور حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ اور مفتیانِ کرام سے خوب استفادہ کیا۔ مؤرخہ 04/جولائی پیر کے روز رات 10 بجے دورے کی تکمیل کے حوالے سے ایک نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس میں پورے کراچی سے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے وابستہ دوستوں نے شرکت کی۔ مفتی عبدالخالق آزاد صاحب اور مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب نے ''انقلاب کی تعمیر وتشکیل میں جماعت کا کردار'' کے عنوان پر دوستوں کی رہنمائی فرمائی۔ اور آخر میں حضرت اقدس مدظلہ العالی نے اختتامی کلمات ارشاد فرمائے اور تکمیلی دعا کی۔ مؤرخہ 05/جولائی صبح سے ہی حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کو الوداع کرنے کے لیے دوستوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور کافی دوست حضرت اقدس کے ساتھ ائیر پورٹ تک آئے۔ 04/بجے شام حضرت اقدس اور ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ مفتی عبدالخالق آزاد صاحب اور مفتی عبدالمتین نعمانی صاحب کراچی سے راولپنڈی کے لیے روانہ ہوئے۔ اس طرح کراچی کا یہ 10 روزہ دورہ اختتام پذیر ہوا۔

راولپنڈی سے حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ مانسہرہ تشریف لے گئے۔ جناب مفتی عبدالخالق آزاد بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ وہاں ہفت روزہ دورۂ تفسیر میں ان حضرات نے شرکت کی۔ اس دورۂ تفسیر میں صوبہ خیبر پختون خواہ کے تقریباً تمام علاقوں سے احباب نے بھرپور شرکت کی۔ 15/جولائی کو دورۂ تفسیر کی اختتامی نشست میں مفتی عبدالخالق آزاد نے آخری سورتوں کا درس دیا اور حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ کی دعا سے دورۂ تفسیر کا اختتام ہوا۔ 16/جولائی کو مانسہرہ سے راولپنڈی اور پھر لاہور کا سفر ہوا۔

rahimia.org

عید الاضحیٰ کے احکام و مسائل

از مفتی عبدالغنی قاسمی

مسئلہ نمبرا: ذی الحجہ کی دسویں تاریخ عید الاضحیٰ ہے۔اس دن ہر اس مسلمان پر دو رکعت نماز باجماعت بطور شکریہ کے پڑھنا واجب ہے، جس پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ نمبر۲: عیدالاضحیٰ کے دن درجِ ذیل چیزیں مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔
۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔
۳۔ غسل کرنا۔
۴۔ مسواک کرنا۔
۵۔ عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔
۶۔ خوشبو لگانا۔
۷۔ عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔
۸۔ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔
۹۔ عیدگاہ صبح سویرے جانا۔
۱۰۔ عیدالاضحیٰ کی نماز اول وقت پڑھنا۔
۱۱۔ عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر تشریق یعنی ”اَللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد“ کہنا۔اور پیدل عیدگاہ جانا۔
۱۲۔ عیدگاہ جس راستے سے جائے دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

مسئلہ نمبر۳: جہاں نمازِ عید پڑھی جائے وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نماز سے پہلے بھی اور نماز کے بعد بھی، ہاں گھر آکر نمازِ عید کے بعد پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۴: عورتیں اور جو لوگ کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں ان کا نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ نمبر۵: ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں میں جائز ہے۔

طریقہ نمازِ عیدالاضحیٰ

سب سے پہلے نیت کرے کہ دو(۲) رکعت واجب نمازِ عیدالاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔پہلی رکعت اس طرح ادا کی جائے گی: تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔امام و مقتدی سبحانک اللہم آخر تک پڑھیں۔اس کے بعد امام تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔مقتدی بھی اس کی اقتداء کریں، اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو(۲) تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین (۳) مرتبہ سبحان اللہ کہہ لے اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح قرأت فاتحہ و سورت اور رکوع و سجود کیے جائیں۔دوسری رکعت میں امام پہلے قرأت کرے گا اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین (۳) تکبیرات زائدہ ادا کی جائیں اور ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیئے جائیں، آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجود کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کرے۔

اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے اس طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہو اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر قضاء واجب ہے۔ البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر پڑھنا واجب ہے۔

خطبہ عیدالاضحیٰ کے احکام: نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد امام دو(۲) خطبے پڑھے گا۔خطبہ پڑھنا سنت ہے اور خطبہ سننا واجب ہے۔یعنی اس وقت بولنا، چلنا، پھرنا، اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

تکبیراتِ تشریق کے احکام

عرفہ یعنی نو(۹) ذی الحجہ سے تیرہ (۱۳) ذی الحجہ تک پانچ (۵) دن ایام تشریق کہلاتے ہیں۔ان ایام میں باجماعت ادا کی جانے والی ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیر تشریق یعنی: ”اَللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَر، اَللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد“ کہنا واجب ہے۔البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔نو(۹) ذی الحجہ نمازِ فجر سے لے کر تیرہ (۱۳) ذی الحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل تئیس نمازیں ہوئیں۔نماز کے فوراً بعد یہ تکبیرات کہنا چاہیے۔

اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تب کہیں۔نمازِ عیدالاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستہ میں بلند آواز سے تکبیر تشریق کہنا چاہیے۔نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد بھی تکبیر کہنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔

بقیہ خطبہ جمعہ

کہا جاتا ہے کہ آج تو کوئی جماعت ہے ہی نہیں، ہم کس کی معیت اور صحبت اختیار کریں۔اس طرح مایوسی اور مرعوبیت ہمارے ذہنوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ یہ بھی شیطانی حربہ ہے۔اولیاء اللہ کی جماعت کے بارے میں رسول اللہؐ نے صاف طور پر کہا کہ: ”لایزال طائفة من اُمّتی قائمین علی الحق.“ قیامت تک ایک ایسی جماعت ضرور قائم رہے گی، جو حق کو قائم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کرے گی۔ ہر دور میں کامیابی کے لیے اس جماعت کی پہچان پیدا کرنا اہم تقاضا ہے۔ یہ بات بھی واضح کردی گئی کہ: ”لایضرّھم من خالفھم.“ ان سچے اولیاء اللہ کی مخالفت ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ ان کا مشن، ان کا نظریہ، ان کی تعلیم، ان کا فکر، ان کی سوچ، ان کا عملی کردار، بہر حال قائم رہے گا۔ مخالفت کرنے والے شکست کھائیں گے، ایسی جماعت کا ہونا، دراصل کسی بھی انسانی معاشرے کی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔اس کی پہچان پیدا کرنی ہے۔

آپ دیکھئے کہ انسانی تقاضوں کی تکمیل کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہیں۔غذا ہماری ضرورت ہے تو اس کے لیے اقدامات کرتے ہیں، سسٹم بناتے اور طریقۂ کار وضع کرتے ہیں، تاکہ خالص غذائیں ہمیں ملیں۔ کیا سچائی کی بنیاد پر سوچ، فکر، عمل، سیرت و کردار کے حصول کے لیے کسی سسٹم کی تگ و دو اور کوشش کی ضرورت نہیں؟ ظلم اور بددیانتی اور بداَخلاقی کے ماحول میں ہم پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ ہم چھان پھٹک کے ساتھ ایسی جماعت کی تلاش کریں کہ جو نظریے، فکر، تعلیم، عملی اقدامات، سیرت و کردار کے حوالے سے سچائی کی اساس پر کام کرنا چاہتی ہو۔ اور بالفرض اگر آپ کے ماحول میں ایسی جماعت نہیں بھی ہے تو خود سچا بننے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنا، اور ایسی جماعت پیدا کرنا کس کی ذمہ داری ہے؟ یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ایسی جماعت بنانے کی ضرورت ہے، جو اعلیٰ اخلاقی اقدار کو اپنی زندگی کا بنیادی نظریہ، شعور، زندگی کی اساسیات کے طور پر اپنے پیش نظر رکھے۔اور اس کی اساس پر عملی اقدامات کرنے کے لیے تیار ہو۔ یہی کامیابی کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کی درست تناظر میں سمجھ، ان دین کے بنیادی اعلیٰ اخلاق کی حامل سچی جماعت کی پہچان نصیب فرمائے، اس کے ساتھ وابستگی کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore LRL 466 CPL No. 59

احکام ومسائل قربانی

از مفتی عبدالخالق آزاد

مسئلہ نمبر۱: ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد وعورت پر قربانی کرنا واجب ہے جو عیدالاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحبِ نصاب اور مالدار ہو یعنی ساڑھے باون تولہ (52-1/2) چاندی یا اس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان کا مالک ہو۔ اس مال کی ملکیت پر سال گزرنا ضروری نہیں۔ بلکہ اگر اس دن بھی اتنے مال کا مالک بنا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ (شامی۔ص:۶/۳۱۲)

مسئلہ نمبر۲: گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علیحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کر دینا سب کے لیے کافی نہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر۳: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔ بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہوگی، لیکن اس کے مال میں سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (عالمگیری ص ۱۹۹ جلد ۶)

مسئلہ نمبر۴: فقیر محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔ (شرح البدایہ ۴/۴۴۳)

مسئلہ نمبر۵: ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا ہوتا ہو اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر قربانی کرلے تو ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر۶: قربانی کے جانور شرعاً مقرر ہیں۔ بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اونٹنی، صرف ان جانوروں کی قربانی درست ہے اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۷: قربانی کے لیے گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی عمر کم از کم دو (۲) سال، اور اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال اور باقی جانوروں کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ہاں اگر دُنبہ یا بھیڑ سال بھر سے کم کا ہو لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے، تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ چھ ماہ سے کم نہ ہو۔

مسئلہ نمبر۷: گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کرلیں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر کسی ایک حصہ دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو، تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مسئلہ نمبر۹: چھوٹے جانور بھیڑ، بکری وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک شخص کی جانب سے ایک ہی جانور ہو سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰: اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات (۷) آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ (۵) آدمی یا چھ (۶) آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ (۸) آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ (ایضاً)

مسئلہ نمبر۱۱: اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی، البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہوگی۔

مسئلہ نمبر۱۲: سات (۷) آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات (۷) حصے بناتے وقت اندازہ سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔ (شرح التنویر ص ۳۱۰ جلد ۵)

مسئلہ نمبر۱۳: قربانی کا جانور صحیح اور بغیر عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں جن میں درجِ ذیل عیب ہوں: ۱۔ اندھا یا کانا ہونا۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گر گئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو۔ (البتہ وہ جانور جس کے کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے)

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کر دیئے گئے ہوں بھیڑ بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو۔ (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ان کے خول ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)

مسئلہ نمبر۱۴: ذی الحجہ کی دسویں (۱۰) تاریخ سے لے کر بارھویں (۱۲) تاریخ کی شام (غروب آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں (۱۰) تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارھویں تاریخ اور پھر بارھویں تاریخ ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵: نمازِ عیدالاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۱۶: اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر۱۷: قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے۔ فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کر دے سب جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

مسئلہ نمبر۱۸: قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۹: جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہو گیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔ چاہے مالدار ہو یا نہ ہو۔ اور نذر کی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

مسئلہ نمبر۲۰: قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی / چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر۲۱: قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کر دیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے۔ البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنالے تو جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲۲: قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذی الحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔

ادارہ رحیمیہ میں اجتماعی قربانی کا انتظام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی ادارہ میں اجتماعی قربانی کا انتظام کیا گیا ہے، جو احباب اپنے یا اپنے دوستوں اور احباب کے قربانی میں حصص رکھنا چاہیں، وہ ادارہ کے دفتر سے رابطہ کر کے اپنا نام درج کروالیں۔ گائے میں قربانی کا ایک حصہ تقریباً مبلغ =/5,500 روپے کا ہوگا۔

تمام احباب سے درخواست کی جاتی ہے کہ چرمہائے قربانی اکٹھا کرنے کے لیے ملک بھر میں ادارہ کے قائم کردہ مراکز میں کارکنان اور معاونین رحیمیہ سے بھرپور تعاون فرمائیں۔

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

rahimia.org